آبیات ونباتیات۔ قرآن وسائنس کی روشنی میں

Hydrology and Botany- In the light of Quran and Science

Dr.Muhammad sharif
Principal, Govt.Associate College Jandanwala, Bhakkar, Punjab, Pakistan
gc.boys.jandanwala.hed@gmail.com
Hafiz Muhammad Azhar Usama (Corresponding Author)
Lecturer, Department of Islamic Studies, the University of Lahore, Lahore, Pakistan
muhammad.azhar@ais.uol.edu.pk

Abstract

This article contains a large collection of discussions on the hydrology and botany in the light of Qur'an and science and to explain the various aspects that have arisen as a result in a research style. Science has confirmed that information and revelations about modern hydrology and botany are so well described in the Qur'an. More than a thousand verses of the Qur'an provide information about modern science. And dozens of verses in it only talk about marine and botanical. The facts on this subject in the Qur'an are in complete agreement with modern science. Many scientists are concerned about the current state of the earth and the crises it faces, and generally research the facts that are linked to human survival. If we look at it from a scientific point of view, God Almighty the resources that human beings are most in need of are abundant in this planet and science is the means to reach these sciences. Explain in the light of science. The reader of this research paper will benefit from the heavenly and scientific sciences. This will make the reality of creation clear.
Keywords: *Hydrology, Botany, Quran, Science, Scriptures, Ideologies*

قرآن کریم علوم ومعارف کا مخزن ہے، جیسے جیسے ذہن انسانی کے بلوغ ورسوخ میں عہد بہ عہد ارتقاء ہوتا رہے گا اسی طرح اللہ کی کتاب کے اسرار ورموز منکشف ہوتے رہیں گے، سائنس تجربات ومشاہدات کی بنیاد پر اپنے نتائج پیش کرتی ہے، قرآن کریم نے خود بنی نوع انسان کو بار بار مشاہدہ وتجربات کرنے کی دعوت دی ہے۔ اس وسیع وعریض کائنات میں مظاہر فطرت اور عجائبات قدرت ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں ان کے اخذ واستفادہ کے لئے سائنس ایک اہم

ذریعہ ہے، کائنات کے بہت سے عجائبات اور مظاہر قدرت قرآن کریم میں مذکور ہیں جن کے انکشاف واقتباس کے سلسلے میں سائنس کا اہم رول سامنے آتا رہا ہے اور آتا رہے گا، اس لیے علمی وسائنسی تحقیقات سے قرآن کو سمجھنے میں مدد لی جاسکتی ہے۔ اسی کے پیشِ نظر ذیل میں آبیات ونباتیات کا تخلیقاتی جائزہ پیش ہے۔

آبیات(Hydrology):

آج ہم جس تصور کو آبی چکر (water cycle) کے نام سے جانتے ہیں، اسے پہلے 1580ء میں برنارڈ پیلیسی (Bernard Pallissy) نامی ایک شخص نے پیش کیا تھا۔ اس نے بتایا کہ سمندروں سے کس طرح پانی بخارات میں تبدیل ہوتی ہے اور کس طرح وہ سرد ہوکر بادلوں کی شکل میں آتا ہے۔ پھر یہ بادل خشکی پر آگے کی طرف بڑھتے ہیں، بلند تر ہوتے ہیں ان میں پانی کی تکثیف (Condensation) ہوتی ہے اور بارش برستی ہے۔ یہ پانی جھیلوں، جھرنوں، ندیوں اور دریاؤں کی شکل میں آتا ہے اور بہتا ہوا واپس سمندر میں چلا جاتا ہے اس طرح پانی کا یہ چکر جاری رہتا ہے۔[1]

ساتویں صدی قبل از مسیح میں تھیلس (Thallas) نامی ایک یونانی فلسفی کو یقین تھا کہ سطح سمندر پر باریک باریک آبی قطروں کی پھوار (اسپرے) پیدا ہوتی ہے۔ تیز ہوا اسی پھوار کو اٹھا لیتی ہے اور خشکی کے دور افتادہ علاقوں پر لے جاکر برسا دیتی ہے۔ یہی بارش ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں، پرانے وقتوں میں لوگ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ زیرزمین میں پانی کا ماخذ کیا ہے۔ انکا خیال تھا کہ ہوا کی زبردست قوت کے زیر اثر سمندر کی پانی براعظموں (خشکی) میں اندرونی حصوں میں چلا آتا ہے۔ انہیں یہ یقین بھی تھا کہ یہ پانی ایک خفیہ راستے یا عظیم گہرائی سے آتا ہے، سمندر سے ملا ہوا یہ تصوراتی راستہ افلاطون کے زمانے سے ٹارٹارس کہلاتا تھا۔ حتی کے اٹھاویں صدی کے عظیم مفکّر ڈسکارٹس (Descartus) نے بھی انہی خیالات سے اتفاق کیا ہے۔

انسیویں صدی عیسوی تک ارسطو(Aristotle) کا نظریہ ہی زیادہ مقبول و معروف رہا۔ اس نظریے کے مطابق پہاڑوں کے سرد غاروں میں پانی کی تکثیف(Condensation) ہوتی ہے اور وہ زیر زمین جھیلیں بناتا ہے جو چشموں کا باعث بنتی ہیں۔[2]

آج ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ بارش کا پانی زمین پر موجود دراڑوں کے راستے رس رس کر زیر زمین پہنچتا ہے اور چشموں کی وجہ بنتا ہے۔

قرآن کریم میں 63 مقامات پر (ماء) پانی کا ذکر آیا ہے جس سے خود اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پانی انسانی زندگی کے لیے کس قدر ضروری ہے۔

درج ذیل آیات قرآنی میں اس نکتے کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ۔[3]

ترجمہ:۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کو سوتوں اور چشموں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر جاری کیا، پھر اس پانی کے ذریعے سے وہ طرح طرح کی کھیتیاں نکالتا ہے جن کی قسمیں مختلف ہیں۔

یعنی بارش کے ذریعے سے پانی آسمان سے اترتا ہے، پھر وہ زمین میں جذب ہو جاتا ہے پھر چشموں کی صورت میں نکلتا ہے یا تالابوں اور نہروں میں جمع ہو جاتا ہے۔

یعنی شادابی اور تروتازگی کے بعد وہ کھیتیاں سوکھ جاتی اور زرد ہو جاتی ہیں اور پھر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں۔ جس طرح لکڑی کی ٹہنیاں خشک ہو کر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ[4]

ترجمہ:۔ وہ آسمان سے پانی برساتا ہے۔ پھر اس کے ذریعے سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

آیت بالا کی تفسیر "ابن کثیر" یوں بیان فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرنے والی ایک اور نشانی بیان کی جارہی ہے کہ آسمانوں پر اس کے حکم سے بجلی کوندتی ہے جسے دیکھ کر کبھی تمہیں دہشت لگنے لگتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کڑک کسی کو ہلاک کردے کہیں بجلی گرے وغیرہ اور کبھی تمہیں امید بندھتی ہے کہ اچھا ہوا اب بارش برسے گی پانی کی ریل پیل ہوگی ترسالی ہوجائے گی وغیرہ۔ وہی ہے جو آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اس زمین کو جو خشک پڑی ہوئی تھی جس پر نام نشان کی کوئی ہریاول نہ تھی مثل مردے کے بیکار تھی اس بارش سے وہ زندہ کردینے پر قادر ہے۔ اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ زمین وآسمان اسی کے حکم سے قائم ہیں وہ آسمان کو زمین پر گرنے نہیں دیتا اور آسمان کو تھامے ہوئے ہے اور انہیں زوال سے بچائے ہوئے ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی تاکیدی قسم کھانا چاہتے تو فرماتے اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے زمین وآسمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔ پھر قیامت کے دن وہ زمین وآسمان کو بدل دے گا مردے اپنی قبروں سے زندہ کرکے نکالے جائینگے۔ خود اللہ انہیں آواز دے گا اور یہ صرف ایک آواز پر زندہ ہوکر اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہونگے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جس دن وہ تمہیں پکارے گا تم اس کی حمد کرتے ہوئے اسے جواب دوگے اور یقین کرلوگے کہ تم بہت ہی کم رہے"۔[5]

تبخیر (Evaporation) کے حوالہ سے قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ۔[6]

ترجمہ:۔ اور آسمان سے ہم نے ٹھیک حساب کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اتارااور اس کو زمین میں ٹھہرا دیا، ہم اسے جس طرح چاہے غائب کرسکتے ہیں۔

مولانامودودی اس آیت کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں۔

"اس سے مراد اگرچہ موسمی بارش بھی ہوسکتی ہے، لیکن آیت کے الفاظ پر غور کرنے سے ایک دوسرا مطلب بھی سمجھ میں آتاہے، اور وہ یہ ہے کہ آغاز آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے بیک وقت اتنی مقدار میں زمین پر پانی نازل فرمادیا تھا جو قیامت تک اس کرے کی ضروریات کے لیے اس کے علم میں کافی تھا۔ وہ پانی زمین ہی کے نشیبی حصوں میں ٹھہر گیا جس سے سمندر اور بحیرے وجود میں آئے اور آپ زیر زمین (Sub-soil water) پیدا ہوا اب یہ اسی پانی کا الٹ پھیر ہے جو گرمی، سردی اور ہواؤں کے ذریعے سے ہوتا رہتاہے، اسی کو بارشیں، برف پوش پہاڑ، دریا، چشمے اور کنوئیں زمین کے مختلف حصوں میں پھیلاتے رہتے ہیں، اور وہی بے شمار چیزوں کی پیدائش اور ترکیب میں شامل ہوتا اور پھر ہوامیں تحلیل ہوکر اصل ذخیرے کی طرف واپس جاتا رہتاہے۔ شروع سے آج تک پانی کے اس ذخیرے میں نہ ایک قطرے کی کمی ہوئی اور نہ ایک قطرے کااضافہ ہی کرنے کی کوئی ضرورت پیش آئی۔ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ پانی جس کی حقیقت آج ہر مدرسے کے طالب علم کو معلوم ہے کہ وہ ہائیڈروجن اور آکسیجن، دو گیسوں کے امتزاج سے بنا ہے، ایک دفعہ تو اتنا بن گیا کہ اس سے سمندر بھر گئے، اور اب اس کے ذخیرے میں ایک قطرے کا بھی اضافہ نہیں ہوتا۔ کون تھا جس نے ایک وقت میں اتنی ہائیڈروجن اور آکسیجن ملا کر اس قدر پانی بنادیا؟ اور جب پانی بھاپ بن کر ہوامیں اڑ جاتاہے تو اس وقت کون ہے جو آکسیجن اور ہائیڈروجن کو الگ الگ ہو جانے سے روکے رکھتاہے؟ کیادہریوں کے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟ اور کیاپانی اور ہوااور گرمی اور سردی کے الگ الگ خدامانے والے اس کا کوئی جواب رکھتے ہیں؟"۔[7]

اسی حوالے سے ارشادِ ایزدی ہے۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ۔[8]

ترجمہ:۔ قسم ہے آسمان کی جو (پانی) کو لوٹاتا ہے (اپنے چکر میں) بادلوں کو بار آور کرتی ہوائیں۔

ذات الرجع رجوع کے معنی اپنی اصل کی طرف لوٹنا ہے مگر مجازاً رجع کا لفظ بارش کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور آسمان کو ذات الرجع کہنے کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ سمندر سے آبی بخارات اٹھتے ہیں وہ جب آسمان کی بلندیوں پر پہنچتے ہیں تو ان بلندیوں کی ٹھنڈک ان آبی بخارات کو پھر سے پانی میں تبدیل کر دیتی ہے اور بارش شروع ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بارش برسنے کا عمل فقط ایک بار ہی نہیں ہوتا بلکہ بار بار اور وقتاً فوقتاً ہوتا ہی رہتا ہے۔[9]

وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ۔[10]

ترجمہ:۔ اور ہم ہی ہوائوں کو بار آور بنا کر چلاتے ہیں، پھر آسمان سے پانی برساتے اور تم کو اس سے سیر اب کرتے ہیں۔

مولانا کیلانی اس کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"زندگی کے لئے پانی کی اہمیت:۔ پانی کا ذخیرہ یا تو زمین کے نیچے ہوتا ہے۔ وہ بھی اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ چاہے تو پانی کی سطح کو بہت نیچے لے جائے اور انسان پانی حاصل ہی نہ کر سکے۔ یا بارش کی صورت میں نازل ہوتا ہے۔ وہ بھی خالصتاً اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ چاہے تو کسی مقام پر سالہا سال بارش ہی نہ ہو یا پھر پہاڑوں پر سردیوں میں برفباری ہوتی ہے جو گرمیوں میں پگھل کر دریاؤں کی صورت میں رواں ہوتی ہے۔ لیکن کئی دفعہ دریاؤں میں پانی کی انتہائی کمی واقع ہو جاتی ہے حالانکہ پانی اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے جس کے بغیر نہ انسان زندہ رہ سکتا ہے نہ دوسرے جاندار اور نہ ہی نباتات اگ سکتی ہیں۔ یعنی پانی نہ ہونے سے انسان خوراک سے بھی محروم ہو جاتا ہے"۔[11]

یہاں عربی لفظ لواقح استعمال کیا گیا ہے، جو لاقح کی جمع ہے اور لاقحہ سے نکلا ہے، جس کا مطلب بار آور کرنا یا پھر دینا ہے، اسی سیاق وسباق میں، بار آور سے مراد یہ ہے کہ ہوا، بادلوں کو ایک دوسرے کے قریب دھکیلتی ہے جس کی وجہ سے ان پر تکثیف (Condensation) کا عمل بڑھتا ہے جس کا نتیجہ بجلی چمکنے اور بارش ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

کچھ اسی طرح کی توضیحات، قرآن پاک کی دیگر آیات مبارک میں بھی موجود ہیں:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِن جِبَالٍ فِيهَا مِن بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَن مَّن يَشَاءُ ۖ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ۔[12]

ترجمہ:۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ بادل کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے اور پھر اس کے ٹکڑوں کو باہم جوڑتا ہے پھر اسے سمیٹ کر ایک کثیف (Condense) ابر بنا دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے اندر میں سے بارش کے قطرے ٹپکتے چلے آتے ہیں اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں جیسے (بادلوں) سے اولے برساتا ہے۔ پھر جسے چاہتا ہے انکا نقصان پہنچاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ان سے بچالیتا ہے اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو خیرہ کیے دیتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۖ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۔[13]

ترجمہ:۔ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور وہ بادل اٹھاتی ہیں، پھر وہ ان بادلوں کو آسمان میں پھیلاتا ہے، جس طرح چاہتا ہے اور انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کرتا ہے، پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے بادل میں سے ٹپکتے چلے آتے ہیں۔ یہ بارش جب وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برساتا ہے تو یکایک وہ خوش وخرم ہو جاتے ہیں۔

آبیات (ہائیڈرولوجی Hydrology:) پر دستیاب، جدید معلومات بھی قرآن پاک میں بیان کردہ متعلقہ وضاحتوں کی پوری طرح تائید کرتی ہیں۔ قرآن مجید کی مزید آیات مبارکہ میں آبی چکر کی وضاحت فرمائی گئی ہے

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ[14]

"اور ہر جاندار چیز کو پانی سے زندگی بخشی، کیا پھر بھی یہ لوگ (اللہ تعالیٰ کی خلاقی) پر ایمان نہیں لاتے؟"

یعنی عموماً جاندار چیزیں جو تم کو نظر آتی ہیں بالواسطہ پانی سے بنائی گئیں۔ پانی ہی ان کا مادہ ہے الاّ کوئی ایسی مخلوق جس کی نسبت ثابت ہو جائے کہ اس کی پیدائش میں پانی کو دخل نہیں وہ مستثنیٰ ہوگی۔ تاہم للاکثر حکم الکل کے اعتبار سے یہ کلیہ صادق رہے گا۔
یعنی قدرت کے ایسے کھلے نشان اور محکم انتظامات کو دیکھ کر بھی کیا لوگوں کو خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر یقین نہیں آتا۔ آبی نظام کو ایک جگہ مزید اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآ ءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰ هُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ۔[15]

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا' پھر اس کو سوتوں، چشموں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر جاری کیا' پھر اس پانی کے ذریعہ سے وہ طرح طرح کی کھیتیاں نکالتا ہے جن کی قسمیں مختلف ہیں' پھر وہ کھیتیاں پک کر تیار ہو جاتی ہیں' پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ گئیں' پھر آخر کار اللہ اُن کو بھس بنا دیتا ہے۔ درحقیقت اس میں ایک سبق ہے عقل رکھنے والوں کے لیے۔"

پھر فرمایا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآ ءً فَيُحْىٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ[16]

"اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی (کی چمک) دکھاتا ہے جس سے تم ڈرتے ہو اور امید بھی رکھتے ہو اور آسمان سے پانی برساتا ہے جس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ سمجھنے سوچنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں"

یعنی آسمان میں بجلی چمکتی ہے اور بادل کڑکتے ہیں، تو تم ڈرتے بھی ہو کہ کہیں بجلی گرنے یا زیادہ بارش ہونے کی وجہ سے کھیتاں برباد نہ ہو جائیں اور امیدیں بھی وابستہ کرتے کہ بارشیں ہوں گی تو فصل اچھی ہو گی۔
قولِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ[17]

"اور آسمان سے ہم نے ٹھیک حساب کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اُتارا اور اس کو زمین میں ٹھہرا دیا، ہم اُسے جس طرح چاہیں غائب کر سکتے ہیں"

یعنی نہ زیادہ کہ جس سے تباہی پھیل جائے اور نہ اتنا کم کہ پیداوار اور دیگر ضروریات کے لئے کافی نہ ہو۔ یہ انتظام بھی کیا کہ سارا پانی برس کر فوراً بہہ نہ جائے اور ختم نہ ہو جائے بلکہ ہم نے چشموں، نہروں، دریاؤں اور تالابوں اور کنوؤں کی شکل میں اسے محفوظ بھی کیا، تاکہ ان ایام میں جب بارشیں نہ ہوں، یا ایسے علاقے میں جہاں بارش کم ہوتی ہے اور پانی کی ضرورت زیادہ ہے، ان سے پانی حاصل کر لیا جائے۔ یعنی جس طرح ہم اپنے فضل و کرم سے پانی کا ایسا وسیع انتظام کیا ہے، وہیں ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ پانی کی سطح اتنی نیچی کر دیں کہ تمہارے لئے پانی کا حصول ناممکن ہو جائے۔

ایک جگہ اور ارشاد فرمایا۔

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ [18]

"اور دیکھو، زمین میں الگ الگ خطے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں انگور کے باغ ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجور کے درخت ہیں جن میں سے کچھ اکہرے ہیں اور کچھ دوہرے سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر مزے میں ہم کسی کو بہتر بنا دیتے ہیں اور کسی کو کمتر ان سب چیزوں میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں"

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى[19]

"اور اوپر سے پانی برسایا اور اس بارش سے پودوں میں سے جوڑے بنائے جو ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں"

پودوں کے جوڑے جوڑے پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس پانی کے ذریعہ ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کئے۔ اس طرح پودوں کے مختلف عمل اور ان کے اندر پائے جانے والے توازن و تناسب کا ایک منظر سورہ رعد کی آیت نمبر 4 میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ قول باری تعالیٰ ہے۔

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۙ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔[20]

اور زمین میں کھیت ہیں مختلف ایک دوسرے سے متصل، اور باغ ہیں انگور کے اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں ایک کی جڑ دوسری سے ملی ہوئی اور بعض بن ملی ان کو پانی بھی ایک ہی دیا جاتا ہے اور ہم ہیں کہ بڑھا دیتے ہیں ان میں ایک کو ایک سے میووں میں ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان کو جو غور کرتے ہیں۔

جس میں خاص طور پر یہ نقطہ مذکور ہے کہ ایک ہی پانی سے سیراب کئے جانے کے باوجود کھجوروں کے ذائقوں میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک ہی پانی سے سیرابی کے باوجود ان میں کچھ اکہرے تو کچھ دوہرے ہوتے ہیں، اس طرح سے دیکھا جائے تو پانی کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار نشانیوں کو مخفی رکھا ہے۔ ان میں کچھ رفتہ رفتہ علوم وفنون کی ترقی کے ساتھ منظر عام پر آرہی ہیں اور کچھ آئندہ ذہن انسانی کی گرفت میں آئیں گی، لیکن تا قیامت قرآن کریم کے عجائبات ختم ہونے والے نہیں ہیں۔

مذکورہ آیات پر موریس بکائیے لکھتے ہیں:

"*We know that the last thing that comes from the birth process in high-rise trees is fruit. The flower that comes before the fruit, which contains both the ner and the substance. When the flowers are joined to the seeds, they become fruit and grow up and leave their seeds. Therefore, all fruits are the result of the combination of the ingredients of the Narmada*".[21]

"ہم جانتے ہیں کہ اعلی قسم کے درختوں میں پیدائشی عمل سے جو آخری پیداور حاصل ہوتی ہے وہ پھل ہے۔ پھل سے پہلے جو پھول آتا ہے جس میں نر اور مادہ دونوں ہی اجزا ہوتے ہیں۔ جب پھولوں کا زیرہ بیضوں سے مل جاتا ہے تو وہ پھل کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور بڑے ہو کر اپنے بیجوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لیے تمام پھل نر و مادہ کے اجزا کے اختلاط کا نتیجہ ہوتے ہیں۔"

پودوں کی نشو و نما کے ابتدائی مراحل سے لے کر آخری مراحل تک کا جائزہ لیا جائے تو یہی نظر آتا ہے کہ نباتات کی پیدائش کا پہلا عامل بارش کا پانی ہے، اس کے بعد اس کا دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ زمین اور چٹانوں کو پھاڑ کر باہر آتے ہیں اور ایک ننھا اور کمزور سا پودا بڑھتے بڑھتے تناور درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس پودے کی نشو و نما میں پانی اور مٹی کا سب سے اہم رول ہے۔

ابھی کچھ دنوں قبل تک لوگوں کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ مختلف علاقوں کی زمینوں میں فرق کیوں پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف اصلاً زمین میں موجود مسامات اور ان کے حجم اور عدد کی بنیاد پر ہوتے ہیں، مٹی کی کئی اقسام ہوتی ہیں۔ ایک کالی مٹی، جس کے مسامات بہت تنگ ہوتے ہیں جو پانی کو اپنے اندر محفوظ کر لیتے ہیں۔ اس کے برعکس پیلی مٹی کے مسامات بہت چوڑے ہوتے ہیں جو پانی کو محفوظ نہیں کر پاتے، جس کی وجہ سے پانی بہت تیزی سے ادھر ادھر ہو جاتا ہے۔ زمین کے ان مسامات میں جب پانی جاتا ہے تو ان میں اہتزاز یعنی حرکت اور قوت نمو پیدا ہوتی ہے نیز اس کا حجم بڑھ جاتا ہے۔ یہی بات قرآن کریم نے پیش کی ہے۔

جدید سائنس نے آج اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ "ہر جاندار شئے میں پانی کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے اور کسی بھی جاندار کے جسم کی ساخت کا وزن 50 سے 90 فی صد تک پانی پر مشتمل ہوتا ہے۔

ڈاکٹر مورس بوکائیے مزید لکھتے ہیں:

"These verses can have two understandings. One is that every living thing is made of water (which is the essential element of this thing), and the other is that every living thing is made of water. Both of these are in accordance with the scientific information that is likely to be "the beginning of life is actually water and water is the prime part of all living cells." Life is not possible without water. When the possibility of life on another planet is discussed, the first question is always whether there is enough water to sustain life".[22]

"ان آیات کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر زندہ چیز پانی سے بنائی گئی ہے (جو اس چیز کا لازمی عنصر ہے) اور دوسرا یہ کہ ہر جاندار شے کی ابتدا پانی سے ہوئی ہے۔ یہ دونوں امکانی مفہوم سائنسی معلومات سے کلی طور پر مطابقت رکھتے ہیں 'حیات کی ابتدا فی الحقیقت پانی ہے اور پانی تمام جاندار خلیات کا جزو اعظم ہے۔ پانی کے بغیر زندگی ممکن نہیں ہے۔ جب کسی دوسرے سیارے پر حیات کے امکان پر بحث کی جاتی ہے تو پہلا سوال ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ کیا وہاں حیات کو قائم رکھنے کے لیے کافی مقدار میں پانی موجود ہے؟۔"

نزول قرآن کے ایک طویل عرصہ کے بعد یہ دریافت ہوا کہ سورج کی حدت وحرارت کی وجہ سے سمندر کا پانی بھاپ بن کر ایک سرد مقام پر پہنچ کر پانی کی صورت اختیار کر لیتا ہے، پہلے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنتے ہیں اور یہی ٹکڑے بڑے ٹکڑوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، یعنی بادل کی صورت اپنا کر زمین کو سیراب کرتے ہیں، اس عمل کی مثال بالکل آگ پر چڑھی ہوئی ہانڈی کی ہے جس کا پانی بھاپ بن کر ڈھکن تک پہنچتا ہے اور وہاں سے ٹپک ٹپک کر گرتا ہے۔ گویا دھوپ آگ کے مانند ہے اور سمندر، ہانڈی کے مانند۔

قرآن کریم نے ان بادلوں سے ٹپکتے ہوئے قطرات یعنی بارش کے پانی کو "ماء طھور" پاکیزہ پانی اور 'ماء مبارک" یعنی بابرکت پانی کہہ کر پکارا ہے، بارش کے علاوہ کسی پانی کو بھی ان اوصاف سے نہیں نوازا گیا ہے۔ بارش کے پانی کو پاک اور بابرکت اس لیے بھی کہا گیا کہ سمندر کا نمکین پانی جب بھاپ بن کر بادلوں کو بوجھل بناتا ہے یا پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کر جمتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص نظام کے تحت اسے میٹھے پانی میں بتدیل کر دیتا ہے۔ سائنسی تحقیقات کے ذریعے انسان کو بہت بعد میں معلوم ہوا کہ ہوائیں صرف پانی کو لے کر اوپر جاتی ہیں اور سمندر کے پانی میں ملے نمک کو یہیں چھوڑ دیتی ہیں۔ اس بارے قول باری تعالیٰ ہے۔

أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿﴾ أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ﴿﴾ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿﴾[23]

"کبھی تم نے آنکھیں کھول کر دیکھا یہ پانی جو تم پیتے ہو اسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اس کے برسانے والے ہم ہیں ؟ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری بنا کر رکھ دیں پھر کیوں تم شکر گزار نہیں ہوتے ؟۔"

وَأَسْقَيْنَاكُم مَّاءً فُرَاتًا [24]

اور ہم نے پلایا تم لوگوں کو (صاف ستھرا اور) میٹھا پانی۔

ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں نے کبھی اس پانی کو بھی دیکھا یعنی اس کے بارے میں بھی کبھی سوچا اور غور کیا جو تم لوگ پیتے ہو، اور دن رات پیتے ہو، اور جس پر تمہاری زندگی کا مدار و انحصار ہے، کیا اس کو بادلوں سے تم نے اتارا یا ہم ہی ہیں اس کو اتارنے اور برسانے والے؟ اور ظاہر ہے کہ یہ رب ذوالجلال ہی کا کرم اور اسی کی قدرت و عنایت ہے جس میں تمہارے یا کسی اور کے عمل دخل کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، تو پھر تم اس وحدہٗ لاشریک کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے ؟ جو اس طرح بادلوں کے اس پُر حکمت نظام سے تمہیں ایسا صاف ستھرا اور عمدہ و میٹھا پانی عطا کرتا ہے، جس پر تمہاری زندگی کا مدار و انحصار ہے، وہ تم کو اس عظیم الشان نعمت سے نوازتا ہے، اور بغیر کسی عوض و معاوضہ کے نوازتا ہے، سبحانہ وتعالیٰ۔ پھر بھی اس سے غفلت اور ناشکری، آخر کیوں؟ بہر کیف غذائی نعمتوں کے بعد اب اس ارشاد سے پانی کی نعمت کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے، کہ کیا تم لوگوں نے کبھی اس پانی کے بارے میں بھی غور کیا، جو تمہاری زندگی کی ایک انتہائی اہم اور بنیادی ضرورت ہے، کیا اس کو تم نے اتارا ہے یا اس کے اتارنے والے ہم ہی ہیں؟ تو پھر تم لوگ اس واہب مطلق کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے جس نے تم کو ان عظیم الشان نعمتوں سے نوازا ہے اور محض اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءًۖ لَّكُم مِّنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ [25]

"وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لیے پانی برسایا جس سے تم خود بھی سیر اب ہوتے ہو اور تمہارے جانوروں کے لیے بھی چارہ پیدا ہوتا ہے"۔ ابن کثیر بیان کرتے ہیں۔

خوش گوار اچھے ذائقے کا پانی تمہارے پینے کے کام آتا ہے اس کا احسان نہ ہو تو وہ کھاری اور کڑوا بنا دے اسی آب باراں سے درخت اگتے ہیں اور وہ درخت تمہارے جانوروں کا چارہ بنتے ہیں۔ سوم کے معنی چرنے کے ہیں اسی وجہ سے اہل سائمہ چرنے والے اونٹوں کو کہتے ہیں۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج نکلنے سے پہلے چرانے کو منع فرمایا۔ پھر اس کی قدرت دیکھو کہ ایک ہی پانی سے مختلف مزے کے، مختلف شکل وصورت کے، مختلف خوشبو کے طرح طرح کے پھل پھول وہ تمہارے لئے پیدا کرتا ہے پس یہ سب نشانیاں ایک شخص کو اللہ کی وحدانیت جاننے کے لئے کافی ہیں اسی کا بیان اور آیتوں میں اس طرح ہوا ہے کہ آسمان وزمین کا خالق، بادلوں سے پانی برسانے والا، ان سے ہرے بھرے باغات پیدا کرنے والا، جن کے پیدا کرنے سے تم عاجز تھے اللہ ہی ہے اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں پھر بھی لوگ حق سے ادھر ادھر ہو رہے ہیں۔[26]

قدیم دور میں یہ تصور بھی رائج تھا کہ پانی صرف چشموں، دریاؤں اور سمندروں میں پایا جاتا ہے لیکن سخت ترین چیزوں یعنی پتھروں اور چٹانوں میں اس کا وجود ممکن نہیں ہے لیکن سائنسی تحقیق سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ 95 فیصد رطوبت تمام اشیاء میں ہوتی ہے۔ جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بہت پہلے بیان کر دیا تھا کہ اس نے مناسب مقدار میں پانی کو آسمان سے نازل کرکے زمین میں ٹھہرا دیا ہے۔ اسی طرح قرآن نے یہ بھی بتایا کہ پتھروں میں بھی پانی موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ [27]

"کیونکہ پتھروں میں سے تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس میں سے چشمے پھوٹ بہتے ہیں، کوئی پھٹتا ہے اور اس میں سے پانی نکل آتا ہے"

اللہ تعالیٰ نے جس وقت زمین کو انسانوں کی رہائش کے لیے ہموار کیا تھا، اسی وقت سے ان کی ضروریات کے مطابق اس میں پانی رکھ دیا تھا۔ زمین کا یہی پانی بارش کی شکل میں واپس آتا ہے، زمین کا یہی پانی چشموں اور ٹیوب ویلوں کی مدد سے نکلتا ہے اور زیر زمین راستوں، دریاؤں، ندی نالوں کی صورت میں سمندر میں جا ملتا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ تمام پانی

زمین کے اندر اس کی تخلیق کے وقت ہی سے اس میں موجود ہے اور یہ واٹر سائیکل کے ذریعہ بار بار استعمال ہوتا رہتا ہے۔

موجودہ معلومات ہمیں اس بات پر غور کرنے کی طرف مائل کرتی ہیں کہ قدیم ترین جاندار شے کا تعلق یقینا عالم نباتات سے ہوگا' سمندری کائی کا سراغ ماقبل کیمبرین دور سے ملا ہے۔ یعنی اس زمانہ سے جو دریافت شدہ قدیم ترین زمانہ ہے۔ نامیاتی اشیا جن کا تعلق عالم حیوانی سے ہے' غالباً کسی قدر بعد میں ظہور پذیر ہوئیں' ان کا وجود بھی سمندر سے ہی ہوا۔

یہاں جس لفظ کا ترجمہ "پانی" کیا گیا ہے وہ "ماء" ہے جس سے مراد آسمان سے برسا ہوا پانی اور سمندری پانی دونوں ہو سکتے ہیں۔ ماء کا لفظ یہاں دوسرے معنوں میں ایک سیال شے (بغیر کسی مزید اشارے کے کہ اس کی نوعیت کیا ہو گی) یہ صراحت کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے کہ تمام نباتاتی زندگی کی تشکیل کی بنیاد کیا ہے؟

ایک اور آیت میں فرمایا گیا ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ [28]

"اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا"

لہٰذا خواہ اس سے عمومی طور پر زندگی کی ابتدا سے بحث کی جائے یا وہ عنصر مراد ہو جو پودوں کو مٹی میں جنم دیتا ہے' یا حیوانات کا تخم سمجھا جائے' قرآن میں ذکر کردہ حیات کی ابتدا کے تمام بیانات جدید سائنسی معلومات سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں۔ زندگی کی ابتدا سے متعلق جو نظریات نزول قرآن کے وقت عام طور پر رائج تھے ان میں سے کوئی بھی قرآن کے متن میں مذکور نہیں ہے۔

تخلیق نباتات (Botany):

پہلے وقتوں میں بنی نوع انسان نہیں جانتا تھا کہ پودوں اور پھلوں میں بھی نر اور مادہ کا فرق پایا جاتا ہے۔ علم نباتات نے آج ہمیں بتایا ہے کہ ہر پودے اور پھل میں نر اور مادہ کی جنس پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ یک جنسی پودے میں بھی نمایاں طور پر نر اور مادہ کا فرق پایا جاتا ہے۔ اس چیز کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات میں بیان کیا ہے:

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى[29]

"اور اوپر سے پانی برسایا اور اس بارش سے پودوں میں سے جوڑے بنائے جو ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں"

اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى، ازواج بمعنے انواع و اصناف ہے اور شتی شتیت کی جمع ہے جس کے معنی ہیں متفرق۔ مراد یہ ہے کہ نباتات کی اتنی بیشمار قسمیں پیدا فرمائیں کہ ان کی قسموں کا احاطہ بھی انسان نہیں کر سکتا۔ پھر ہر نبات جڑی، بوٹی، پھول، پھل، درخت کی چھال میں اللہ تعالیٰ نے ایسی ایسی خاصیتیں رکھی ہیں کہ علم طب اور ڈاکٹری کے ماہرین حیران ہیں اور ہزاروں سال سے اس کی تحقیقات کا سلسلہ جاری ہونے کے باوجود یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے متعلق جو کچھ لکھ دیا گیا ہے وہ حرف آخر ہے اور یہ ساری نباتات کی مختلف قسمیں انسان اور اس کے پالتو جانوروں اور جنگلی جانوروں کی غذا یا دوا ہوتی ہیں، ان کی لکڑی سے انسان مکانوں کی تعمیر میں کام لیتا ہے اور گھریلو سامان استعمال کی ہزاروں قسمیں بناتا ہے۔[30]

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ[31]

"اُسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں اور وہی دن پر رات طاری کرتا ہے۔ ان ساری چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں"

تیسرے مقام پر فرمان باری تعالیٰ نازل ہوتا ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ[32]

"اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کر دیے شاید تم (ان سے) سبق حاصل کرو"

چوتھے مقام پر اللہ تعالیٰ اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ سے فرماتا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ [33]

"پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی بناتات میں سے ہوں یا خود اِن کی اپنی جنس (یعنی نوعِ انسانی) میں سے یا اُن اشیا میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں"

مولانا عبد الرحمان کیلانی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "زوج کا لفظ عربی میں تین معنوں میں آتا ہے:

(1) متضاد اشیا جیسے دن اور رات، دھوپ اور سایہ، روشنی اور تاریکی، سیاہی اور سفیدی، خوشی اور رنج، خوشحالی اور تنگدستی وغیرہ۔

(2) ہم مثل اشیا کے لیے جیسے پاؤں کے دونوں جوتے ایک دوسرے کا زوج ہیں۔ اسی طرح ہر دور کے مشرک ایک دوسرے کا زوج ہیں۔ ایک ہی نوعیت کے مجرم ایک دوسرے کا زوج ہیں۔

(3) نر و مادہ کے لیے مثلاً خاوند بیوی کا زوج ہے، بیوی خاوند کی زوج ہے۔ ہر نر مادہ کا زوج ہے اور ہر مادہ نر کا زوج ہے۔ اور اس آیت میں غالباً اسی قسم کے زوج مراد ہیں۔ جانداروں میں ایک دوسرے کا زوج تو سب کے مشاہدہ میں آچکا ہے۔ نباتات میں بھی یہ سلسلہ قائم ہے۔ بار بردار ہوائیں نر درختوں کا تخم مادہ درختوں پر ڈال دیتی ہیں تو تب ہی ان میں پھل لگتا اور پکتا ہے اور جدید تحقیق کے مطابق یہ سلسلہ جمادات میں بھی پایا جاتا ہے۔ بجلی کا مثبت اور منفی ہونا یا ایک حقیر سے ذرہ (یعنی ایٹم) میں الیکٹرون اور پروٹون کا مثبت اور منفی ہونا انسان کے علم میں آچکا ہے۔ مقناطیس میں بھی مثبت اور منفی سرے ہوتے ہیں۔ اور جمادات تو کیا ہر چیز ذرات ہی کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اس نر و مادہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ چلایا کہ ان دونوں کے ملاپ سے ایک تیسری چیز وجود میں آتی ہے جس میں بعض دفعہ تو اصل نر اور مادہ کے کچھ کچھ خواص موجود ہوتے ہیں اور بعض دفعہ یہ تیسری چیز ایسی چیز پیدا ہوتی ہے جس کے خواص پہلی

دونوں چیزوں سے بالکل جداگانہ ہوتے ہیں اور اسی چیز کا نام کیمیا یا کیمسٹری ہے۔ انسان کا علم جس حد تک پہنچ چکا ہے وہ بہر حال محدود ہے۔ جبکہ وحی الٰہی پورا علم ہے جس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے ہیں اور ان میں غور کرنے سے انسان کو اللہ کی قدرت کاملہ سے متعلق بہت سے سبق ملتے اور اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔[34]

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ عالم نباتات میں افزائش نسل کے دو طریقے ہیں'ایک جنسی دوسرا غیر جنسی۔ ان میں صرف پہلا طریقہ ایسا ہے جو افزائش نسل کی اصطلاح کا فی الحقیقت مستحق ہے کیونکہ اسی سے ایک ایسے حیاتیاتی عمل کا تعین ہوتا ہے جس کا مقصد اس پودے کے مقابلہ میں جس سے یہ پیدا ہوا ہے ایک جدید منفرد وجود کا اظہار ہے۔

غیر جنسی افزائش نسل بالکل سادہ طریقہ پر تعداد میں اضافہ کا نام ہے۔ یہ ایک نامیاتی وجود کے ٹکڑے ہونے کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوتا ہے جو اصل پودے سے جدا ہو گیا ہو اور اس طریقہ سے ترقی پا گیا ہو کہ وہ پھر اسی پودے کے مطابق ہو جائے جس سے وہ نکلا تھا۔ مونڈ اور ہینگنز کے نزدیک یہ بالیدگی کی ایک مخصوص کیفیت ہے۔ اس کی ایک سادہ سی مثال قلم لینا ہے۔ کسی پودے سے قلم لے کر اس کو موزوں پانی میں نم مٹی کے اندر لگا دیا جاتا ہے اور نئی جڑیں نکل آنے سے وہ پھر جم جاتا ہے۔ بعض پودوں کے نامیاتی اجزا خصوصیت سے اسی مقصد کے لیے وضع ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ ایسے ہوتے ہیں جن میں کلے پھوٹتے ہیں اور ان کا عمل وہی تخم جیسا ہوتا ہے (یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ تخم جنسی افزائش نسل کے عمل کے نتائج ہیں)۔

عالم نباتات میں جنسی افزائش نسل ایک ہی پودے پر نر اور مادہ کے ملاپ سے جنسی تشکیل کے ذریعے عمل میں آتی ہے یا جداگانہ پودوں پر ہوا کے ذریعے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اسی بات کا تذکرہ قرآن میں کیا گیا ہے۔

ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ[35]

"پس ہم نے (زمین میں) ہر قسم کے نفیس جوڑے اگا دیئے"

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ [36]

"اوراس میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے دوہرے دوہرے پیدا کر دیے ہیں"

ہمیں معلوم ہے کہ پھل ان اعلیٰ درجہ کے پودوں کی افزائش نسل کے عمل میں آخری حاصل ہے جن کا نظام انتہائی ترقی یافتہ اور پیچیدہ ہے۔ پھل سے قبل کا درجہ پھول کا ہے جس میں نر اور مادہ دونوں کے اعضا (حاصل زر اور بیضہ) ہوتے ہیں۔ آخر الذکر میں اگر ایک مرتبہ تخم اُگ گیا تو وہ گویا بار ور ہو جاتا ہے جو اپنی باری سے بڑھتا اور تخم پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا تمام پھل نر اور مادہ کے اعضا کے وجود پر دلالت کرتے ہیں، قرآن میں بیان کردہ آیت کا یہی مفہوم ہے۔

تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ بعض اقسام میں غیر بارور پھولوں سے بھی پھل پیدا ہو سکتا ہے مثلاً کیلا، کئی قسم کے اناس ،انجیر، سنترے اور انگور'اس کے باوجود وہ ان پودوں سے حاصل ہو سکتے ہیں جن میں واضح طور پر جنسی خصوصیات ہوتی ہیں۔

افزائش نسل کے عمل کی آخری شکل تخم کے نمونہ کے ساتھ اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب ایک دفعہ اس کا بیرونی خول پھٹ جاتا ہے (بعض اوقات یہ تخم ایک گٹھلی میں بند ہوتا ہے)۔اس طرح پھٹنے سے جڑیں باہر نکل آتی ہیں جو مٹی سے وہ تمام چیزیں جذب کر لیتی ہیں جو پودے کی سست رفتار زندگی کے لیے ایک تخم کی حیثیت سے ضروری ہوتی ہیں جب کہ یہ تخم بڑھتا اور ایک نئے پودے کو جنم دیتا ہے۔

قرآن مجید کی ایک آیت نمونے کو اس عمل کو اس طرح بیان کرتی ہے:

اِنَ اللهَ فَالِقَ اْلَحَبِّ وَالنَّوٰى [37]

"بے شک اللہ تعالیٰ پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو"

قرآن کریم اکثر عالم نباتات میں ایک جوڑے کے ان اجزائے ترکیبی کے وجود کا اظہار کرتا ہے اور ایک عمومی سلسلہ احکام کے تحت غیر مفصل طور پر ایک جوڑے (زوج) کا تصور پیش کر دیتا ہے۔

ایک اور جگہ فرمان الٰہی ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ[38]

"پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے اور خواہ خود ان کے نفوس ہوں خواہ وہ چیزیں ہوں جنہیں یہ جانتے بھی نہیں"

مولانا شبیر احمد عثمانی یوں تفسیر بیان کرتے ہیں۔

یعنی نباتات میں، انسانوں میں اور دوسری مخلوقات میں جن کی انہیں پوری خبر بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے ہیں خواہ تقابل کی حیثیت سے جیسے عورت مرد، نر مادہ، کھٹا میٹھا، سیاہ سفید، دن رات، اندھیرا اجالا، یا تماثل کی حیثیت سے جیسے یکساں رنگ اور مزے کے پھل اور ایک شکل وصورت کے دو جانور، بہر حال مخلوقات میں کوئی مخلوق نہیں جس کا مماثل یا مقابل نہ ہو یہ صرف خدا ہی کی ذات پاک ہے جس کا نہ کوئی مقابل ہے نہ مماثل، کیونکہ مقابلہ یا مماثلت ان چیزوں میں ہو سکتی ہے جو کسی درجہ میں فی الجملہ اشتراک رکھتی ہوں۔ خالق و مخلوق کا کسی حقیقت میں اشتراک ہی نہیں۔[39]

ان اشیا کے معنوں کے متعلق جو قرون اولیٰ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ) میں لوگ نہیں جانتے تھے بہت سے مفروضے قائم کیے جاسکتے ہیں۔ آج ہم ان چیزوں کے ڈھانچوں یا مزدوج عملوں کے مابین امتیاز کر سکتے ہیں جو ذی روح اور غیر ذی روح اشیا میں بے انتہا چھوٹی چھوٹی چیزوں سے لے کر بے حد بڑی چیزوں تک چلی گئی ہیں۔ اصل نکتہ

جو ان میں واضح طور پر بیان کردہ تصورات کو یاد رکھنے اور ایک مرتبہ پھر ذہن نشین کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ قرآنی نظریات جدید سائنس سے کلی طور پر مطابقت رکھتے ہیں۔

حوالہ جات:

[1] ذاکر نائک،عبد الکریم،ڈاکٹر،قرآن اور جدید سائنس،، زبیر منیر پبلشرز،لاہور،2009ء ،ص:14
[2] طاہر القادری،ڈاکٹر،اسلام اور جدید سائنس، منہاج القرآن پبلیکیشنز،لاہور،2007ء، ص:152
[3] القرآن:الزمر39:21
[4] القرآن:الروم30:24
[5] ابن کثیر،ابو الفداء،عمادالدین،تفسیر القرآن العظیم، نفیس اکیڈمی،اردو بازار کراچی،1987ء، ج3،ص238
[6] القرآن:المومنون23:18
[7] مودودی،سیدابو الاعلیٰ،تفہیم القرآن ، ترجمان القرآن لمٹیڈ،دسمبر 2009ء،ج3، ص99
[8] القرآن:الطارق86:11
[9] کیلانی،عبد الرحمٰن ،تیسیر القرآن ، مکتبہ دارالسلام،لاہور،2009ء،ج4، ص155
[10] القرآن:الحجر15:22
[11] عبد الرحمٰن کیلانی،تیسیر القرآن، مکتبہ دارالسلام،لاہور،2009ء، ج2،ص265
[12] القرآن:النور24:43
[13] القرآن:الروم30:48
[14]القرآن:الانبیاء : 30:21
[15] القرآن:الزمر39: 21
[16] القرآن:الروم30:24
[17] القرآن:المومنون23:18
[18] القرآن:الرعد13:04
[19] القرآن:طہ : 53:20
[20] القرآن:الرعد13:04
[21] *Maurice Bucaillae,The Bible,The Quran and Science,Tehrike tarsile Quran,2003,P133*
[22] *Maurice Bucaillae,The Bible,The Quran and Science, Tehrike tarsile Quran, 2003,P125*
[23] القرآن:الواقعہ56: 70-68
[24] القرآن:المرسلات77:27
[25] القرآن:النحل16:10
[26] ابن کثیر،ابو الفداء،عمادالدین،تفسیر القرآن العظیم، نفیس اکیڈمی،اردو بازار کراچی،1987ء ،ج3،ص274
[27] القرآن:البقرہ02:74

[28] القرآن:النور45:24
[29] القرآن:طہ53:12
[30] مفتی شفیع،معارف القرآن، ادارۃالمعارف،کراچی،2002ء، ج4، ص212
[31] القرآن:الرعد03:13
[32] القرآن:الذاریات49:51
[33] القرآن:یٰس36:36
[34] کیلانی،عبد الرحمٰن ،تیسیرالقرآن ،ج4، الذاریات ،حاشیہ 43، مکتبہ دارالسلام،لاہور،2009ء
[35] القرآن:لقمان 31:10
[36] القرآن:الرعد 13:03
[37] القرآن:الانعام - 95:06
[38] القرآن:یٰس - 36:36
[39] شبیر احمد عثمانی،مولانا،تفسیر عثمانی، جامعہ دارالعلوم ،کراچی،2004ء، ص342